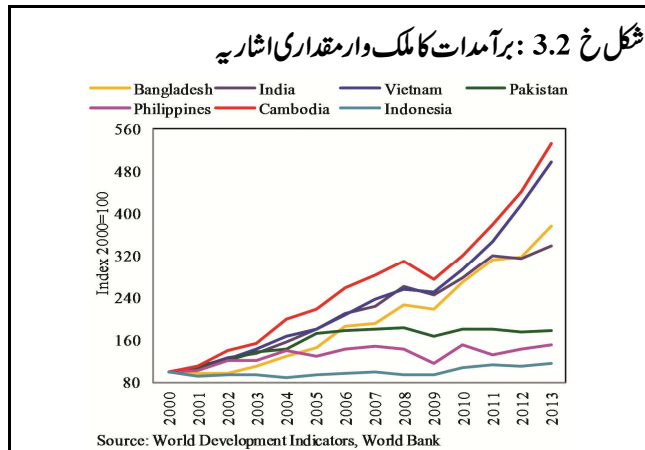
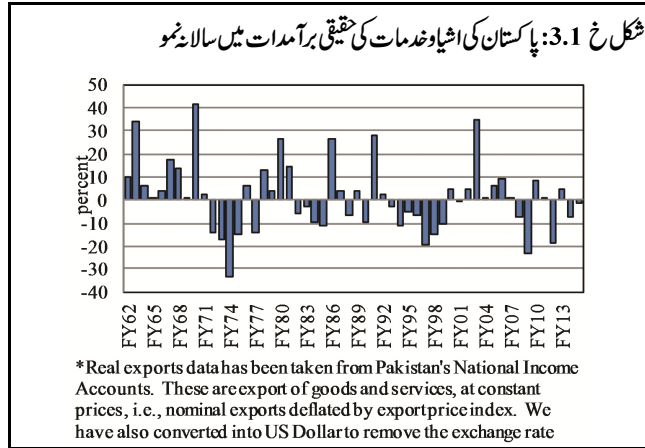


خصوصی سیکشن 3: پاکستان کی برآمدات میں جمود کا سبب کیا ہے؟



برآمدی آمدنی میں جمود گذشتہ دو دہائیوں سے پاکستانی معیشت کے لیے مسلسل تشویش کا باعث رہا ہے۔ قدر میں معمولی اضافہ، منجمد مقدار اور عالمی منڈی کے حصے میں کمی جیسی خصوصیات کا حامل ہونے کے باعث برآمدات کی مایوس کن کارکردگی معاشی نمو میں بلند اضافے، جو کبھی کبھار ہی پاکستان کو میسر آتا ہے، کی پائیداری میں بار بار رکاوٹ بنتی رہی ہے۔¹ اگرچہ توانائی کے مسائل کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا جاتا ہے لیکن پاکستانی روپے کی قدر میں حقیقی اضافہ، ترقی یافتہ ممالک میں کساد بازاری اور ٹیکس مشینری کے مسائل نے یقیناً ملکی برآمد کنندگان کو کٹھن صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ ہم بمشکل ہی ان تمام مسائل کی موجودگی سے انکار کر سکتے ہیں لیکن شاید برآمدی کارکردگی کے حوالے سے ان کے اثرات پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے کیونکہ اپنے امکانات کے مطابق برآمدات کرنے میں پاکستان کی غمzوری کا مسئلہ اتنا دیرینہ ہے کہ اسے عصر حاضر کے مسائل سے تقی نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے خیال میں صلاحیت کا یہ فقدان ساختی، ادارہ جاتی اور آجریہ کی سطح پر ان رکاوٹوں کی عکاسی کرتا ہے جنہوں نے حقیقتاً کبھی برآمدات کو پینے کا موقع نہیں دیا۔ اس سیکشن میں ہم مختلف شعبوں کے ان غمzوریوں پر بحث کرنے کے ساتھ یہ بات بھی کریں گے کہ خطے کے دیگر ممالک نے کس طرح ان مسائل کو حل کیا ہے۔

برآمدی کارکردگی کا جائزہ

تکنیکی طور پر پاکستان کی برآمدات کبھی بلند شرح نمو حاصل نہیں کر سکیں۔ ستر

کی دہائی سے اشیاء و خدمات کی حقیقی برآمد میں نمواتار چڑھاؤ کا شکار اور ناہموار رہی ہے (شکل خ 3.1)۔ یہ اتار چڑھاؤ بنیادی طور پر ہماری تجارتی پالیسیوں کی غیر مستقل مزاجی اور اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ پاکستان کی برآمدات ہمیشہ سے اور اب بھی بہت زیادہ قدرتی وسائل پر مبنی ہیں: یعنی کسی برس میں قابل برآمد فاضل کے حجم کا تعین بڑی حد تک اہم اجناس (جیسے کپاس اور چاول) کی دستیابی سے کیا جاتا ہے۔

خاص طور پر گذشتہ دس برس پریشان کن رہے ہیں۔ اس مدت میں عالمی تجارت زیادہ مسابقت کی حامل ہو گئی تھی جس میں ترقی پذیر ممالک کو اجازت دی گئی کہ وہ کوٹہ کی پابندیوں کے بغیر ترقی یافتہ ممالک کو برآمد کریں۔² بعض ممالک کو اس سے فائدہ پہنچا اور انہوں نے اپنی برآمدات میں اضافہ کیا جبکہ دیگر اس چیلنج سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ پاکستان مؤخر الذکر زمرے میں شامل تھا۔ جیسا کہ شکل خ 3.2 میں دکھایا گیا ہے، بھارت، بنگلہ دیش، کمبوڈیا اور ویت نام نے اپنی برآمدات میں چار گنا اضافہ کر لیا جبکہ پاکستان، انڈونیشیا اور فلپائن اپنے موجودہ حجم کو برقرار رکھ سکے۔

1 جب بھی معیشت میں طلب پر مبنی تیزی آتی ہے تو اس کے نتیجے میں بلند درآمدات اور جاری حسابات کے بھاری خسارے کی صورت میں معاشی عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ زر مبادلہ پاکستان کی معاشی نمو پر اثر انداز ہونے والی سب سے بڑی (اور شاید واحد) رکاوٹ ہے اس لیے طلب میں کمی کی پالیسیوں پر عمل درآمد کرنا ضروری تھا تا کہ معیشت کو دوبارہ اس کے امکانات (منجمد) سے روشناس کرایا جاسکے۔

2 2004 تک نیکیٹائیل اور گائٹس کی تجارت کثیر ریشہ بھجوتے (ایم ایف اے) کے تحت انجام پاتی تھی جس کے مطابق امریکہ، جاپان اور یورپی یونین جیسے ترقی یافتہ ممالک کو ترقی پذیر ممالک کی برآمدات پر کوٹہ نافذ کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

جدول خ 3.1: شعبہ برآمدات اور شعبہ واریٹی ڈی پی کا تناسب									
فیصد	میں 07ء	میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 12ء	میں 13ء	میں 14ء	میں 15ء
زراعت	7.3	8.7	8.9	9.3	9.8	9.7	9.8	9.2	8.0
فصلیں	12.9	15.1	15.1	17.0	16.9	20.5	19.3	16.8	15.4
گلہ بانی	2.5	2.7	2.4	2.7	3.0	2.7	2.9	3.1	2.4
ماہی گیری	26.7	28.2	33.5	28.6	40.7	45.4	42.4	47.6	38.3
صنعت	47.8	42.6	44.3	44.2	44.6	38.6	40.8	40.6	38.1
کان کنی	19.1	28.1	17.5	21.5	27.2	15.8	4.5	14.3	12.3
ایشیاسازی	67.3	56.8	62.5	61.4	60.9	55.0	59.8	57.7	55.9
خدمات	5.1	3.9	4.6	5.6	5.3	4.3	5.6	4.3	4.2
مجموعی اشیاء*	26.7	25.3	25.1	25.3	25.4	23.4	24.0	23.5	22.2
اشیاء خدمات	14.6	13.7	13.6	14.4	14.8	13.2	14.0	13.1	11.6

نوٹس: زراعت کی برآمدات میں تمام غذائی اجزاء جمع خام کپاس جمع کھالیں شامل ہیں۔ خام کپاس کو فصل کے ذیلی شعبے میں جبکہ کھالوں کو گلہ بانی کے ذیلی شعبے میں شامل کیا گیا ہے۔ ڈیری کی تمام مصنوعات اور گوشت کو گلہ بانی برآمدات میں شامل کیا گیا ہے۔ کان کنی کی برآمدات میں وہ تمام معدنی مصنوعات شامل ہیں جو اینچ اینس کوڈز 25 تا 27 کے تحت آتی ہیں۔ تاہم، سینٹ کو اس فہرست سے خارج کر کے ایشیاسازی کی برآمدات میں شامل کیا گیا ہے۔ * اشیاء کی برآمدات کو اجناس کی پیداواری جی ڈی پی سے تقسیم کیا گیا ہے (یعنی زراعت جمع صنعت)۔ ماخذ: اشیاء کے ڈیٹا کو پاکستان دفتر شماریات جبکہ خدمات کی برآمدات کے ڈیٹا کو بینک دولت پاکستان کے مرتب کردہ ادا کیوں کے توازن کے ڈیٹا سے اخذ کیا گیا ہے۔

پاکستانی برآمدات کے چند اہم حقائق

- معیشیت میں سب سے زیادہ برآمدی نوعیت کا شعبہ ایشیاسازی ہے (جدول خ 3.1)۔ تاہم بڑھتی ہوئی ملکی طلب اور برآمدی منڈی میں سخت مسابقت کی وجہ سے حالیہ برسوں کے دوران ایشیاسازی کی جی ڈی پی میں برآمدات کا حصہ کم ہو گیا ہے۔³
- اس کے برعکس پاکستان کی مجموعی برآمدات میں تیار شدہ مصنوعات کا حصہ تقریباً 60 فیصد ہے اور گزشتہ چند برسوں میں یہ حصہ مستحکم رہا ہے۔ اس لیے ابھی تک مجموعی برآمدی کارکردگی کا زیادہ انحصار ملک میں ایشیاسازی کی سرگرمی پر ہے۔
- گلہ بانی اور خدمات کے شعبوں کا برآمدات میں حصہ مسلسل کم رہا ہے۔ پاکستان کی جی ڈی پی میں ان دونوں شعبوں کا حصہ سب سے زیادہ (مشترکہ طور پر 70 فیصد) ہے لیکن اس میں پیشتر کی نوعیت اندرونی ہے۔⁴
- تمام شعبوں میں سب سے زیادہ ماہی گیری کا شعبہ برآمدی نوعیت ہے کیونکہ اس کی تقریباً نصف پیداوار دیگر ممالک خصوصاً ایشیائے بحرالکاہل کے ممالک کو بھیجی جاتی ہے۔⁵
- گلہ بانی میں زرمبادلہ کمانے والا اہم شعبہ گوشت ہے جس میں مالی سال 15ء کے دوران تقریباً 74 ہزار میٹرک ٹن برآمد کیا گیا لیکن یہ تخمینہ شدہ پیداوار کا صرف 2 فیصد بنتا ہے۔⁶ سب سے زیادہ مایوس کن صورت حال ڈیری شعبے کی ہے کیونکہ پاکستان دنیا میں دودھ کا چوتھا بڑا پیدا کنندہ ہونے کے باوجود ڈیری مصنوعات کا خالص درآمد کنندہ ہے۔
- خدمات کے شعبے کی برآمدات میں بڑا حصہ ٹرانسپورٹ اور ٹیلی مواصلات کا ہے تاہم متعلقہ شعبہ جاتی جی ڈی پی کے لحاظ سے یہ صرف 6 فیصد ہے۔ برآمدات اور جی ڈی پی کے 12 فیصد تناسب کے ساتھ مالی شعبے کی کارکردگی بہتر رہی ہے۔⁷

³ ایشیاسازی کی برآمدات کو یوں اخذ کیا جاتا ہے: مجموعی برآمدات منفی غذائی اجزاء، زندہ جانور، خام کپاس اور کان کنی مصنوعات (اینچ اینس کوڈز 25 تا 27)۔ تصفیلات کے لیے دیکھیے جدول خ 4.1 میں دیے گئے نوٹس۔ یہ تعریف عالمی بینک کی جانب سے استعمال کی جانے والی ایک تعریف ہے ہم آہنگ ہے جسے عالمی ترقی کے اظہار یوں کو اخذ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

⁴ مثلاً جھوک و خورد تجارت، خدمات کے شعبے کی جی ڈی پی کا واحد اہم ترین جز ہے جس کا حصہ 35 فیصد بنتا ہے۔ تعریف کے لحاظ سے یہ جز ملکی منڈی میں تجارتی سرگرمی کا احاطہ کرتا ہے۔

⁵ دس برس قبل یورپی یونین کے ممالک پاکستان کی سمندری خوراک کے بڑے خریدار تھے لیکن آج ان کا حصہ بے حد معمولی ہے۔

⁶ اقتصادی سروے 2014-15ء کے مطابق گوشت کی مجموعی پیداوار کا تخمینہ 3.7 ملین میٹرک ٹن لگایا گیا ہے۔

⁷ پاکستان کے مالی شعبے کی برآمدات میں برآمد درآمد کے بیہ چارز، بینکوں کی جانب سے غیر اقامتی باشندوں کے زیر استعمال ایسی آرے کے لین دین پر چارج کیا جانے والا کمیشن، کثیر القومی کمپنیوں کی طرف سے منافع رمنافع محکمہ کی واپسی پر چارج کی جانے والی فیس کمیشن وغیرہ شامل ہیں۔

اصلاح کردی گئی ہے لیکن بعض شعبوں (خصوصاً خام مال) کو استثنا حاصل ہے جو درآمدات سے مسابقت کرنے والی صنعتوں کی سمت پالیسی تعصب کو ظاہر کرتا ہے۔^{18, 17}

برآمدات بڑھانے کے اقدامات میں ہم آہنگی کا فقدان مجموعی صنعتی حکمت عملی میں توجہ کی کمی پر مرکوز رہی ہے لیکن برآمدات بڑھانے کے اقدامات غیر واضح تھے اور انہیں دیگر پالیسیوں سے تقویت بہم نہیں پہنچائی گئی۔ یاد کریں مشرقی ایشیا کے ممالک نے برآمدات بڑھانے کے لیے کیا کیا تھا: اوّل، انہوں نے پست قدر اضافی کے بجائے بلند قدر اضافی مصنوعات کی تیاری میں اہم شعبوں کی اعانت کی پالیسیاں اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے دیگر (خانوی) شعبوں کی نشاندہی بھی کی جنہیں وسط مدت میں ترقی دینی تھی۔ دوم، پالیسی اہداف کے حصول کے لیے ان شعبوں کو اسٹریٹجک ترغیبات دی گئیں جس میں سستے قرضے، ٹیرف کا معاون ڈھانچہ، سرمائے کی درآمد کے ذریعے ٹیکنالوجی میں بہتری اور کثیر القومی کمپنیوں سے اشتراک شامل ہیں۔ اس مشق میں تعلیم کے شعبے کو بھی شامل کیا گیا تاکہ وہ ایسی افرادی قوت تیار کر سکے جو ان منتخب شعبوں میں کام کرے۔ برآمدات کی توسیع کو اتنے مؤثر انداز میں ایک کٹاکی ایجنڈا بنایا گیا جس سے صنعت، مالیات، تعلیم اور تجارت کے شعبوں میں پالیسیوں کے تمام مجموعوں کے لیے طویل مدتی سمت کا تعین کر دیا گیا۔ پاکستان میں ایسی مرکز حکمت عملی کا فقدان رہا ہے۔¹⁹

پاکستان نے زیادہ توجہ جاری بیٹ، زراعت پر مبنی قرضوں، ڈیوٹی ڈرائیو اور تحقیق و ترقی فنڈ مختص کرنے وغیرہ جیسی ترغیبات پر مرکوز کی ہے جس کا اعلان سالانہ تجارتی پالیسی میں کیا جاتا ہے۔ تاہم، انسانی سرمائے کے معیار کو بہتر بنانے پر کم توجہ دی گئی۔ نصف تعلیم کی مقدار اور معیار پست رہا بلکہ تکنیکی و فنی تعلیم کو بھی فروغ نہیں دیا جاسکا۔²⁰ اسی طرح ایس ایم ای کے شعبے میں تکنیکی ترقی کے حصول کے لیے پالیسی کے فقدان کا معیشت کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ گذشتہ دہائی میں حکومتیں مختلف سطحوں پر انتہائی پر عزم برآمدی اہداف مقرر کرتی رہی ہیں، لیکن عملی پالیسی اقدام کے لحاظ سے ایک مربوط حکمت عملی کے بغیر۔²¹ یہ اہداف کارکردگی بڑھانے، خام مال کی پست لاگت یقینی بنانے، پیداوار بہت میں اضافے، اختراعی ٹیکنالوجی متعارف کرانے وغیرہ جیسے مطلوبہ نتائج کی ایک طویل فہرست کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کیے گئے لیکن اس بات کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی کہ ان نتائج کو کیسے حاصل کیا جائے اور ان کے حصول کے لیے کون سے میعاد اقدامات درکار تھے۔

کثیر القومی کمپنیوں کی برآمدی ثقافت کا ناپید ہونا

گذشتہ دو دہائیوں میں اشیاء و خدمات کی عالمی تجارت میں عالمی قدری زنجیر کی موجودگی کو بالادستی حاصل رہی ہے۔²² میزان ممالک میں برآمدی ثقافت کو فروغ دینے میں کثیر

17 پاکستان کی تجارتی پالیسی کے حالیہ جائزے میں ڈبلیو ٹی او نے کہا ہے: محتاط آزاد کاری کے باوجود بحیثیت مجموعی ٹیرف کی سطح بلند ہے جو پیداواریت کی نمو کو کمزور کرتی ہے اور وسائل کے مؤثر اختصاص اور عالمی قدری زنجیر سے پاکستان کی یکجہلی میں ایک رکاوٹ ہے۔ علاوہ ازیں، اس آزاد زرخٹ کے تحت ایڈ باک تجارتی پالیسی اقدامات کا استعمال عام ہے جس سے تجارت کے متعلق پیش گوئی کرنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوتی ہے اور یہ ذاتی فائدے کی ثقافت کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔

ماخذ : WTO, WT/TPR/S/311, Trade Policy Review, Report by the Secretariat, on Pakistan فروری 2015ء۔

18 مثلاً، "تحتی لین اور پروڈی لین (انچ ایس کوڈز 3901 اور 3902) کے پولى مرز جیسے اہم خام مال کی درآمد پر پاکستان میں 5 فیصد ٹیرف عائد ہے جبکہ ویت نام اور کمبوڈیا میں ان اجزاء پر ٹیرف کی شرح صفر ہے۔ ان دونوں پولى مرز (پلاسٹک مواد) کا کارڈیوں، بھلونوں، پلاسٹک فرنیچر وغیرہ جیسی صنعتوں میں بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے اور پاکستان کے لیے ان کی درآمدی لاگت ہر سال ایک ارب ڈالر سے زیادہ ہے۔ اسی طرح، پولى ایسٹر قدرتی ریشہ، جو مصنوعی ریشے کی ٹیکسٹائل کی پیداوار کا ایک اہم خام مال ہے، اس پر بھی 6 فیصد ٹیرف عائد ہے۔ ویت نام اور کمبوڈیا میں بھی اس جز پر ٹیرف کی شرح صفر ہے۔

19 یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرقی ایشیا کی معیشتوں کا حجم چھوٹا ہے اور معاشی نمو کے لیے دستیاب واحد حکمت عملی برآمدات تھی جبکہ پاکستان کے لیے برآمدات کو اس خصوصی توجہ کی ضرورت نہیں تھی۔ درست، لیکن پھر بھی اس سے پاکستان کی مجموعی تجارتی پالیسی اندرونی طور پر غیر مربوط ہو جاتی ہے۔ خصوصاً، برآمدات کی کمزور کارکردگی پر خدشات صرف اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ملک کو بار بار ادا انگلیوں کے توازن کے بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہماری برآمدات، درآمدات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں اور جب قرض کی مالکاری دستیاب (بیرونی براہ راست سرمایہ کاری پست رہی ہے) نہ ہو تو ہمارے ذخائر کم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اگر درآمدات میں اضافہ نہ ہو یا ہو تو پھر برآمدات کو بڑھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن یہاں پر تجارتی پالیسی کردار ادا کرتی ہے۔ مرحلہ وار اور منصوبہ بندی کے مطابق آزاد کاری کے بجائے پاکستان نے اشیاء و سرمایہ پر بیک وقت درآمدی ٹیرف کم کر دیے۔ 2006ء میں چین کے ساتھ آزاد تجارتی معاہدے کی توثیق نے صورت حال کو مزید دشوار بنا دیا کیونکہ اس کے نتیجے میں ملک میں سستی درآمدات کا سیلاب امیڈ آ یا اور مقامی صنعتوں کو نقصان پہنچا۔ ایک غیر متوازن پالیسی کی وجہ سے برآمدات کی ایک قومی حکمت عملی کے بغیر آزاد درآمدات کے نتیجے میں برآمدات میں اضافہ ہوا۔ ٹیکسٹائل کی صنعت کا تقابلی جائزہ۔ لاہور جنرل آف اکنامکس، جلد 19، اسپرٹیل ایڈیشن، ستمبر 2014ء۔

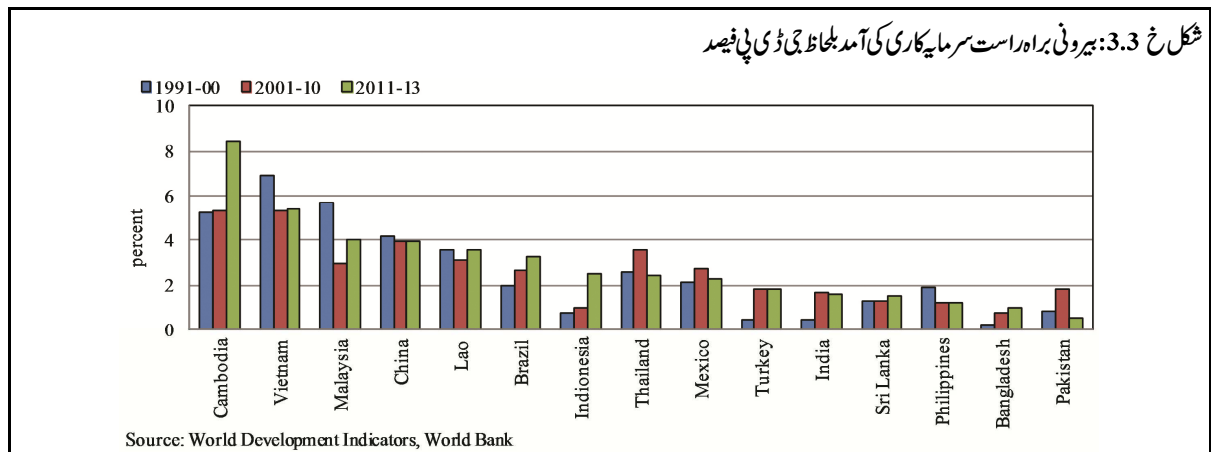
20 کم کارڈی، مئی 2014ء)۔ پاکستان میں ٹیکسٹائل کی صنعت کا تقابلی جائزہ۔ لاہور جنرل آف اکنامکس، جلد 19، اسپرٹیل ایڈیشن، ستمبر 2014ء۔

21 مثلاً، حکومت نے 2007ء میں ایکسپورٹ پلان پاکستان کا اعلان کیا تھا جس میں مالی سال 13 تا 15ء کے دوران مجموعی برآمدات کو بڑھا کر 95 ارب ڈالر تک پہنچانا شامل تھا (یعنی 132 ارب ڈالر سالانہ) اور حال ہی میں وٹن 2025ء میں پاکستان کی سالانہ برآمدات کو 2025ء تک بڑھا کر 1150 ارب ڈالر کرنے کا ہدف دیا گیا ہے۔

22 عالمی قدری زنجیر مختلف مقامات پر کارڈو باری آپریشنز کو بین الاقوامی بنانے کے متعلق ہے تاکہ کارکردگی بڑھے، لاگت کم ہو اور پیداوار میں تیزی آئے۔ معلومات، مواصلات اور ٹرانسپورٹ کی ٹیکنالوجی میں ہونے والی ترقی کے باعث ان عالمی قدری زنجیروں نے کارڈو پور میں اداروں کو مسابقت کے حصول کا اہل بنا دیا ہے اور اس سے شراکت دار ممالک میں روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوئے ہیں۔ ماخذ "Global Value Chains in a Changing World" : مدیران ڈیور کے ایلمر، اور پیٹرک لو، ولڈ ٹریڈ آرگنائزیشن مطبوعہ 2013ء۔

القومی انٹرپرائز کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ عالمی برآمدات میں ایسی انٹرپرائز کا حصہ تقریباً 80 فیصد ہے۔²³ بدقسمتی سے پاکستان کبھی برآمدی نوعیت کی بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کو متوجہ نہیں کر سکا جیسا کہ مشرقی ایشیا اور لاطینی امریکہ کے کئی ممالک نے کیا تھا۔ اس کے بجائے پاکستان میں جو بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کی گئی اس کی توجہ بڑی حد تک ملکی منڈی حاصل کرنے پر مرکوز رہی (جیسے آئی پی پی، سیمنٹ، کیمیکلز، آٹوموبائلز اور دوا ساز ادارے)۔ یہ پاکستان کی جانب سے صنعت کاری کے لیے اختیار کی جانے والی پالیسیوں کا منطقی نتیجہ تھا۔²⁴ تاہم، زیادہ توشیہ ناک بات یہ ہے کہ پاکستان برآمدات کی نمو پر بالواسطہ اثر سے بھی فائدہ اٹھانے سے قاصر رہا کیونکہ بیرونی براہ راست سرمایہ کاری چند شعبوں تک محدود رہی اور حجم اتنی پست سطح پر رہا کہ اس کا ملک کی تکنیکی صلاحیتوں پر کوئی خاص اثر مرتب نہیں ہو سکا۔²⁵

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مشرقی ایشیائی ممالک کی برآمدات میں کامیابی کا بنیادی محرک نئے صنعتی ممالک (این آئی ایز)²⁶ اور آسیان فور²⁷ میں جاپانی سرمایہ کاروں کی سرمایہ کاریاں تھیں۔ چین کے اشیاء سازی کے شعبے کو بھی جاپان اور این آئی ایز کی بیرونی براہ راست سرمایہ کاری سے زبردست فائدہ پہنچا تھا اور آج چین کی نصف سے زائد برآمدات بیرونی سرمایہ کاری سے لگنے والی انٹرپرائز مہیا کرتی ہیں۔²⁸ ویت نام اور کمبوڈیا کی برآمدات میں حالیہ تیزی بھی بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کی مرہون منت ہے۔ جیسا کہ شکل 3.3 میں دکھایا گیا ہے، جنوبی ایشیا کبھی بھی بیرونی سرمایہ کاری کی توجہ کا مرکز نہیں رہا۔



پروڈکٹ کی اختراع اور شناخت کو کسی قسم کا قانونی تحفظ حاصل نہیں پاکستان کے پاس انٹلیکچوئل پراپرٹی کے حقوق بشمول پٹنٹس، صنعتی ڈیزائن، ٹریڈ مارک اور جغرافیائی علامتوں کے تحفظ اور عملدرآمد کے لیے کوئی مناسب قانونی طریقہ کار موجود نہیں ہے۔²⁹ ناکافی قانون سازی کچھ شعبوں میں براہ راست برآمدات کی نمو کو متاثر کر رہی ہے اور اس سے نجی شعبے کی بھی حوصلہ شکنی ہوتی ہے کہ وہ ملک میں مہنگی تحقیق و ترقی کی سرگرمیاں انجام دے۔ تین شعبوں کی برآمدات میں نموکوسب سے زیادہ مسائل درپیش ہیں: سوئی ٹیکسٹائل، باسٹی چاول اور کمپیوٹر سوفٹ ویئر۔

23. ماخذ: عالمی اقتصادی فورم، بیرونی براہ راست سرمایہ کاری: تجارت، معاشی نمو اور خوشحالی کا ایک اہم محرک۔ سرمایہ کاری پر کثیر فریقی سمجھوتے کا ایک معاملہ۔ مطبوعہ، عالمی اقتصادی فورم، جنیوا، ستمبر/دسمبر 2013ء۔

24. ہمدانی (2013ء) کے مطابق بیرونی براہ راست سرمایہ کاری زیادہ تر منڈی کی تلاش تک محدود رہی اور ٹیکنالوجی کی منتقلی کے فوائد براہ راست برآمدی صنعتوں کو منتقل نہیں ہوئے ہیں۔ پاکستان میں کام کرنے والی بیرونی اشیاء ساز کمپنیوں کی تمام صنعتوں میں ایک عمومی ناکامی ان کی جانب سے برآمدی طرز فکر اختیار کرنے میں جھجکا ہٹ رہی ہے، حتیٰ کہ اپنی سرپرست کمپنیوں کے عالمی نیٹ ورک میں بھی۔ ماخذ: ہمدانی، غلیل (2013ء)۔ پاکستان میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری سے استفادہ، پاکستانی معیشت کو آگے لے جانا، لاہور اسکول آف ایکسٹنس 327۔

25. بیرونی براہ راست سرمایہ کاری ان ذرائع سے برآمدات کو فروغ دیتی ہے (i) سرمایہ جاتی توسیع (ii) ٹیکنالوجی کی منتقلی اور پراڈکٹ میں اختراع (iii) نئی اور بڑی بیرونی منڈیوں تک رسائی میں سہولت (د) مقامی افرادی قوت کو تربیت دینا اور تکنیکی اور انتظامی مہارتوں کو بہتر بنانا۔

26. این آئی ایز میں کوریا، سنگاپور، تائیوان اور ہانگ کانگ شامل ہیں۔

27. آسیان فور میں انڈونیشیا، ملائیشیا، فلپائن اور تھائی لینڈ شامل ہیں۔

28. ماخذ: چائنائٹس ٹیکسٹائل ایگزیکٹو بک 2014، نیشنل ہیورو آف اسٹیل ٹیکسٹائل چائنہ۔

29. انٹلیکچوئل پراپرٹی کے حقوق کے نظام معاشی مقاصد کو فروغ دینے کا ادارہ جاتی فریم ورک مہیا کرتے ہیں۔ اول، پٹنٹ اور جملہ حقوق قوانین کے تحت انٹلیکچوئل پراپرٹی کو ترقی دینے اور تخلیق کرنے والوں کو بعض خصوصی حقوق حاصل ہوتے ہیں جن سے دانشورانہ تخلیقی سرگرمی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ٹیکنالوجیوں کی ترقی میں وسائل کے مؤثر استعمال اور نئے علم کی دریافت کو فروغ حاصل ہوتا ہے، ان سے اقتصادی ترقی کے لیے دانشورانہ انفراسٹرکچر میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوم، اشیاء و خدمات کے نشانات اور اشارے جیسے ٹریڈ مارک اور جغرافیائی اشاروں کی موجودگی کاروباری اداروں کو عوامی اعتماد برقرار رکھنے اور مناسب مسابقت کو فروغ دینے کے قابل بناتی ہے۔ ماخذ: وزارت معیشت، تجارت و صنعت، جاپان (<http://www.meti.go.jp/english/report/ata/g400112e.html>)۔

بامستی چاول کو بھی انٹیلیکچوئیل پراپرٹی کے حقوق نہ ہونے سے نقصان پہنچا ہے۔ پاکستانی حکام مقامی بامستی چاول کے لیے جیوگرافیکل انڈی کیشن (GI) حاصل نہیں کر سکے کیونکہ پاکستان میں اس کا کوئی قانونی فریم ورک موجود نہیں ہے۔^{37,36} جیوگرافیکل انڈی کیشن کی جگہ صرف ایک ادارہ انٹیلیکچوئیل پراپرٹی آرگنائزیشن (آئی پی او پاکستان) موجود ہے تاہم، اس آئی پی او کے تحت رجسٹرڈ ہونے والے ٹریڈ مارکس کو دوسرے ممالک میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ دوسری جانب بھارت نے ایک قانون جیوگرافیکل انڈی کیشن آف گڈز (رجسٹریشن اینڈ پروٹیکشن) ایکٹ 1999ء کو ستمبر 2003ء میں نافذ کر دیا تھا۔³⁸ اس ایکٹ کے تحت بھارت کی ریاستی زراعت و تیار غذائی مصنوعات سے متعلق ایکسپورٹ ڈویلپمنٹ اتھارٹی (اے پی ای ڈی اے) نے پانچ برس قبل³⁹ بامستی کی جیوگرافیکل انڈی کیشن کی درخواست دائر کی تھی۔ اگرچہ یہ کیس ابھی زیر سماعت ہے لیکن اگر یہ منظور ہو گیا تو اس سے پاکستان کے پاس بامستی چاول کی برآمدات بڑھانے کے امکانات مکمل طور پر ختم ہو جائیں گے۔⁴⁰

انفارمیشن اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی صنعت کا نامکمل اور دقدیقانوسی قانونی فریم ورک اندرونی و بیرونی دونوں قسم کی سرمایہ کاری کو محدود کرنے کا باعث بنا ہے۔ خصوصاً ڈیٹا کے تحفظ کا ایکٹ، رازداری کا قانون اور پرائیویسی کے قانون جیسے متعدد قوانین نفاذ کے منتظر ہیں۔ پاکستانی کمپنیوں کو اس وقت سخت مسابقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب انہیں ایسی کمپنیوں سے مسابقت درپیش ہوتی ہے جو عالمی تقاضوں کے مطابق ڈیٹا کے تحفظ اور سیکورٹی کو قانونی ڈھال فراہم کرتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان پیپینٹس آرڈیننس 2000ء میں سوفٹ ویئر رجسٹریشن شامل نہیں جس سے ہمارے آئی ٹی پروگرامرز، ڈیٹا پروسیسرز اور محققین کی اختراعات، سروس کوڈز اور پروگراموں کے بارے میں شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

30 سچ ایکٹ 1976ء میں نئی شے کو نئے حق تعارف کرانے کی اجازت نہیں ہے اور یہ آئی ٹی آرز کے معاملے میں غامض ہے۔

31 کو اکیلا کٹر لڑائی نہیں ہیں: کسی فرنی بینینائی طور پر ڈھالے گئے بچوں کی جعلی سبب مل شدہ اقسام فروخت کرتی ہیں، جو کپاس کی یافت بڑھانے میں مسلسل ناکامی سے دوچار ہیں۔

32 اس تقویر کا دوسرا رخ اس سے بھی بدتر ہے۔ حکومت کو ابھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ مونسنا تناور سن گینتا جیسی بیرونی کمپنیوں کو اپنے بینینائی طور پر ڈھالے ہوئے بچوں کو پاکستان میں متعارف کرانے کی اجازت دے یا نہیں۔ اب تک ان کے زیر تخریب بات نہیں کیے جا سکتے تا کر ان کی تاثیر یا مضمرات کو چھانچا جا سکے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ان بچوں نے گذشتہ ایک دہائی کے دوران بھارت اور دیگر ممالک کی یافت بڑھانے میں خاصا اہم کردار ادا کیا ہے۔

33 اس وقت پاکستان میں کپاس کے بچوں کی تقریباً 750 کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔ 40,000 میٹرک ٹن تو شین شدہ کپاس کے بچوں کی ملکی طلب کے مقابلے میں ہر سال صرف 4,630 میٹرک ٹن دستیاب ہوتے ہیں۔ مزید برآں، پاکستان کی منڈی میں دستیاب بچوں میں سے صرف 13 فیصد تو شین شدہ ہیں۔ پھر بھارت کے مقابلے میں بہت کم ہے جہاں کی منڈی میں تو شین شدہ بچوں کی دستیابی کی شرح 98 فیصد ہے۔ کپاس کے بچوں میں نمود کی شرح صرف 50 فیصد ہے جبکہ بھارت میں یہ 95 فیصد ہے۔

34 یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ پارلیمنٹ نے جولائی 2015ء میں بی جے پی کے ایک 1976ء میں ضروری ترامیم کے منظوری دے دی ہے۔ ان ترامیم میں محمی شبے کو بنیادی بی جے او راس کی اقسام کی پیداوار شروع کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

35 ماضیہ: (i) چوہدری، بی اور کے گور-2010ء، بھارت میں بی ٹی کپاس: ایک ملک کا خاکہ کے آئی ایس اے اے سیریز آف بائیو لیک کراپ پرو فائلز، اٹھانکا، بیو یارک، امریکہ: انٹرنیشنل سروس فادری کو بیویشن آف اگلبري بائیو لیک ایپلی کیشنز، (ii) بھارت میں بی ٹی کپاس میں بی ٹی کپاس کے اثر پر نظر ثانی شدہ جائزوں کا ایک زیادہ تفصیلی بیان۔ بھارت میں بی ٹی کپاس: اے انٹیس رپورٹ (دوسرا ایڈیشن) 2009ء، از ایشیا بحر الکابل کنسورشیئم برائے زرعی حیاتی ٹیکنالوجی۔

36 جوگر اٹکل انڈی کیشن (جی آئی) ایک نام یا اشارہ ہے جسے بعض مصنوعات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو ایک مخصوص جغرافیائی مقام یا ماخذ (جیسے شہر، علاقے یا ملک وغیرہ) کے متعلق ہوتے ہیں۔ جی آئی کا استعمال مندرجہ بالا پر ایک توثیق کا کام انجام دیتا ہے کہ پراڈکٹ اسے جغرافیائی ماخذ کی وجہ سے بعض معیارات کی حامل ہے۔

37 پاکستان اب تک ملک میں جی آئی قانون کا نفاذ نہیں کر سکا ہے اس حقیقت کے باوجود کہ مصنوعات کی ایک بڑی تعداد ایسا تحفظ حاصل کرنے کی اہل ہے جیسے پشاور کی چپیل، ملتان کی حلوہ قصوری میٹھی اور ہالاکا اجرک وغیرہ۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (ڈی ٹی او) کے اراکین کے لیے ضروری ہے کہ وہ جی آئی پر تبصروں کے تحت مصنوعات کو جی آئی تحفظ دیں۔ اس لیے جب تک پاکستان اپنی ایشیا کو اپنا قانونی تحفظ نہیں دیتا ہم اس وقت تک ان ممالک میں اپنی ایشیا کے لیے جی آئی تحفظ حاصل نہیں کر سکتے جہاں پر جی آئی قانون موجود ہے۔

38 متعدد مصنوعات کے لیے جی آئی ٹیگ کی منظوری دی گئی جن میں دارچیلنگ چائے، میسور کارنٹم اور کشمیری پشیمندہ جس کا مطلب ہے کہ منظور شدہ استعمال کنندگان کے طور پر رجسٹرڈ ہونے والوں کے علاوہ (یا کم از کم وہ جو اس جغرافیائی علاقے کے اندر رہتے ہوں) کسی اور کو اس مشہور پراڈکٹ کا نام استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

39 اسے پی ای ڈی اے نے پنجاب، بہار، دہلی، جہا چل رہی دیش، اترکھنڈ اور اتر پردیش کے کچھ علاقوں اور مقبوضہ بیون و کشمیر کو باستی چاول اگانے والے علاقوں میں شامل کرنے کی درخواست دی تھی۔

40 اسے پی ای ڈی اے نے باستی اگانے والے علاقوں میں مدھیہ پردیش کے شمولیت کو چیلنج کر دیا ہے جبکہ باستی گورنر ایسوسی ایشن آف پاکستان نے بھی اس رجسٹریشن کے خلاف نٹیکھیل کر دیا ہے۔ پی ای ڈی اے نے (آئی پی اے) میں درخواست وادکر ہے قبیل آریں پاکستان کی ٹریڈ مارک رجسٹری نے پنجاب باستی گورنر ایسوسی ایشن کی جانب سے باستی کو بطور ٹریڈ مارک رجسٹر کرنے کی درخواست کو قبول کر لیا تھا۔ تاہم، اسے پی ای ڈی اے نے چیلنج کر دیا

تھارو کیس اسجی تک سندھ ہا کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ راس ایکیڈمیوٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان بھی اس فیصلے کے خلاف لڑ رہی ہے کیونکہ اس میں سندھ کے باستی چاول اگانے والے علاقوں کو شامل نہیں کیا گیا۔

غیر رسمی شعبوں پر قابو پانا مشکل ہے

مابوس کن برآمدی کارکردگی کا ایک اور سبب اہم شعبوں میں غیر رسمی فریقوں کی موجودگی ہے۔ مثلاً، پاکستان میں ڈیری کے شعبے میں غیر رسمی پیداوار اور پروسسنگ کو بالادستی حاصل ہے اور موجودہ طریقہ کار کے تحت حکومت کے لیے ڈیری کی برآمدات بڑھانے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا مشکل ہے۔⁴¹ قومی ریپورٹ میں دودھ دینے والے بیشتر جانوروں کی پرورش اور افزائش نسل کا بیشتر کام گذر اوقاتی کاشت کار انجام دیتے ہیں جن کی معلومات کے ساتھ ساتھ پیداوار بیت بڑھانے میں دلچسپی بھی کم ہوتی ہے۔⁴² مزید برآں، پھیلی ہوئی پیداوار کے باعث پوری قدری زنجیر کو قابو میں رکھنا مشکل ہے۔ اس لیے دنیا میں دودھ کا چوتھا بڑا پیدا کنندہ ہونے کے باوجود پاکستان تقابلی برتری کے فوائد سمیٹنے سے قاصر رہا ہے۔⁴³

معیاری مصنوعات کے رسد کنندہ کی حیثیت سے پاکستان کی سادہ

بعض شعبوں میں معیاری مصنوعات کے رسد کنندہ کے طور پر پاکستان اپنی سادہ نہیں بنا سکا جن میں باغبانی، خصوصاً پھلوں کی برآمدات شامل ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھلوں کی پوری رسد زنجیر کی حالت مخدوش ہے، درختوں سے پھل چنے اور کھیت میں مال برداری، پیننگ، درجہ بندی، کھیت سے منڈی تک مال برداری اور تھوک فروشی وغیرہ۔ ہر مرحلے پر پھل کے معیار میں شدید بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔⁴⁴ اگرچہ کئی بڑے برآمد کنندگان اور پروسسرز کو برآمدات کے لیے توثیق کی ضرورت پڑتی ہے لیکن یہ توثیق صرف غذائی تحفظ اور آپریشنز کو یقینی بناتی ہے معیار کو نہیں۔⁴⁵

معیاری توثیق مہنگی ہوتی ہے

عالمی منڈی میں اشیاء و خدمات کو فروخت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مقامی فرمیں تکنیکی ضوابط اور معیارات پر عملدرآمد کریں۔⁴⁶ ان معیارات پر عملدرآمد نہ ہونا برآمدات میں ایک بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ بعض مصنوعات کی برآمد پر پابندی یا پھر عملدرآمد کی جاذب لاگت شرائط کے نفاذ کی صورت میں نکلتا ہے۔⁴⁷ پاکستان ماضی میں عالمی معیارات پر عملدرآمد نہ کرنے کی وجہ سے کچھ مصنوعات (جیسے آلات جراحی اور سمندری خوراک) کی برآمد پر پابندی کا سامنا کر چکا ہے۔⁴⁸ ایس ایم ای شعبے کی کئی فرمیں محض اس لیے برآمد نہیں کر سکتیں کہ معیاری توثیق کافی مہنگی ہے۔

41 ملک میں دودھ کی تقریباً 95 فیصد پیداوار غیر رسمی شعبے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح، دودھ کی مجموعی پیداوار کا صرف 3 فیصد رسمی شعبے میں پروسس کیا جاتا ہے (ماخذ: ڈیری شعبے کی برآمدات کی مسابقت بڑھانا، انٹرنیشنل ٹریڈ سینٹر کا تجارت سے متعلق تکنیکی امداد کا پروگرام (ٹی آر ٹی اے II) 2013ء)۔

42 مال برداری اور پھل چنے کے عمل میں دودھ کا زراں، اندرونی کمزوریوں اور نامناسب خوراک کے باعث فارم جانوروں کی اکثریت کا پست پیداوار بیت کا حامل ہونا، کاشت کار برداری کی اکثریت میں افزائش نسل اور دودھ دینے کے بہترین طریقے اختیار کرنے میں دلچسپی کا فقدان اور قدر اضافی کی صنعت میں محدود سرمایہ کاری وغیرہ وہ عوامل جو اس کی برآمدات کو محدود کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

43 مثلاً، دودھ سے اخذ کی جانے والی بیشتر مصنوعات ایک جگہ پیدا ہوتی ہیں، دوسری جگہ پروسس ہوتی ہیں، تیسری جگہ پیک ہوتی ہیں اور تقسیم کے ایک الگ نظام سے فروخت کی جاتی ہیں۔

44 یورپی یونین کے فٹو سے تجارت سے متعلق تکنیکی امداد کے پروگرام (ٹی آر ٹی اے II) کی باغبانی (کیٹو اور آم) مصنوعات کی مسابقت اور برآمدات بڑھانے کے لیے پالیسی اصلاحات۔

ویب لنک <http://trtapakistan.org/7297AF63-383B-460B-B5A8-D8E660FE3065/FinalDownload>

/DownloadId=850B22F631050157B829D9C3068A655D/7297AF63-383B-460B-B5A8-D8E660FE3065/wp-content/uploads/2013/10/Mango-and-Kinnow.pdf

45 محکمہ تحفظ نباتات و کوارنٹائن، حکومت پاکستان کا ایک ادارہ ہے جو اس نگرانی کا ذمہ دار ہے کہ آیا پھلوں کی برآمد نباتات کے تحفظ کے عالمی قواعد کے مطابق ہے یا نہیں، جن پر پاکستان دستخط کر چکا ہے۔ عام طور پر یہ محکمہ پھل کے حجم یا قیمت، پکنے کے پروسس کے مرحلے، پیننگ وغیرہ کی بنیاد پر برآمدی مال کی کھپ کو نااہل قرار نہیں دیتا خصوصاً اگر وہ پودوں کی صحت کے دیگر تقاضے (پھل کی کھپوں کی غیر موجودگی) پورے کر رہا ہو۔ (ماخذ فٹ نوٹ 44 والا ہے)۔

46 یہ معیارات اور تکنیکی ضوابط کئی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہوئے ہیں جن میں افرادی قوت کے حالات کار، صحت و تحفظ کے مسائل، اور معیاری انتظامی نظام سے لے کر ماحولیاتی و سماجی خدشات شامل ہیں۔ ڈبلیو ٹی او کے تمام رکن ممالک نے معیارات اور تکنیکی ضوابط سے متعلق دو اہم سمجھوتوں پر دستخط کیے ہیں (i) تجارت میں تکنیکی رکاوٹیں جن میں پیداوار کی کارکردگی بڑھانے اور عالمی تجارت کو باہولت بنانے میں عالمی معیارات اور ہم آہنگی کے جائزہ نظاموں کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور (ii) حفظان صحت اور پودوں کی صحت کے معیارات جس کے تحت ڈبلیو ٹی او کے رکن ممالک کو غذائی تحفظ یقینی بنانے کے ضوابط پر مبنی عالمی تجارت کو محدود کرنے اور جانوروں اور پودوں میں بیماریوں کا پھیلاؤ روکنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

47 مصنوعات کی جانچ، لیبل لگانے، لیبارٹری میں جانچ اور مصنوعات کی توثیق اور پروسس پر غاصی لاگت آتی ہے جس کے لیے عالمی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی خاطر بعض اوقات پیداواری تنصیبات میں تبدیلیاں کرنا پڑتی ہیں۔ خاص طور پر چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کی جانب سے برآمدات کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے کیونکہ معیاری توثیق اور دیگر شرائط پر بھاری لاگت آتی ہے۔

48 مثلاً مارچ 2009ء میں امریکہ کی خوراک اور ادویات کی انضمامیہ نے پاکستان سے آلات جراحی کے بعض اجزاء اور متعدد دیگر برآمدی اجزاء کو داخلے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ان کی پیداوار قابل اطلاق شرائط سے ہم آہنگ نہیں۔ اسی طرح، 2007ء میں صحت و تحفظ کے متعلق یورپی یونین کے ضوابط پر عملدرآمد نہ کرنے کی وجہ سے یورپی یونین نے فشریز کی برآمدات روک دی گئیں۔ یہ پابندی 2013ء میں ختم ہو گئی تھی۔ 2014ء میں پاکستان سے یورپی یونین کی منڈیوں میں پھلوں کی 220 سے زیادہ کھپوں کی رسائی کو محدود کیا گیا یا واپس لے لی گئیں۔ (ماخذ: پاکستان کے منتخب برآمدی شعبوں میں توثیق کی شرائط کی جانچ اور تجزیہ، جنیوا کرود نیشنل پروڈکٹ وی آر گنا ٹرینیشن (این پی او) اور یورپی یونین کے فٹو سے تجارت سے متعلق تکنیکی امداد (ٹی آر ٹی اے II) کے پروگرام کی تیار کردہ، جس کا نفاذ یو این ڈی آئی ڈی آئی سی اور ڈبلیو ٹی او کے اشتراک سے کیا گیا)۔

مثلاً، آلات جراحی کی صنعت کو عملدرآمد کی سخت شرائط کا سامنا ہے خصوصاً مہنگی سی ای مارکنگ کا۔⁴⁹ اسی طرح پیکھوں کے برآمد کنندگان اگر شمالی امریکہ کی منڈیوں میں سرایت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں حفاظتی معیارات کی یو ایل توثیق درکار ہوتی ہے۔⁵⁰ تاہم، توثیق کی لاگت فی پراڈکٹ تقریباً دس لاکھ روپے ہے، اس لیے اطلاعات کے مطابق پاکستان میں صرف چند ایک بڑی فرموں کے پاس ایسی توثیق موجود ہے۔⁵¹

توثیق کا ایک اور مسئلہ برآمد کنندگان کی لاعلمی ہے۔ مثلاً، گوشت کی برآمدات (خام اور پروسیس شدہ دونوں) کرنے والی تقریباً تمام فرموں نے حلال توثیق حاصل کر لی ہے جو مشرق وسطیٰ کے ممالک کو برآمد کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ گوشت کی پاکستانی برآمدات کا تقریباً 85 فیصد سے زائد ان ممالک کو جاتا ہے۔ تاہم، یورپ اور شمالی امریکہ کے ممالک کے لیے عملدرآمد کی صورت حال مایوس کن ہے کیونکہ 15 فیصد سے بھی کم فرمیں ان ممالک کو برآمدات کے لیے درکار ایچ ای سی پی اور بی آر سی معیارات پر عمل کرتی ہیں۔⁵² زیادہ توشیناک بات یہ ہے کہ برآمد کرنے والی بیشتر فرمیں سراغ پذیر (traceability) توثیق سے بھی لاعلم ہیں جو یورپ کی گوشت کی منڈی تک رسائی کی ایک لازمی شرط ہے۔⁵³ یہ ہمارے برآمد کنندگان کی محدود سوچ کا عکاس ہے جو شاید ان مہنگی منڈیوں میں اپنی مصنوعات برآمد کرنے پر غور تک نہیں کر رہے۔

ایس ایم ایز کے اجزاء معیاری نہیں
پاکستان کی جی ڈی پی میں ایس ایم ایز کا حصہ تقریباً 30 فیصد اور تیار مصنوعات کی برآمدات میں 25 فیصد ہے۔⁵⁴ ایس ایم ایز کی برآمدات کے بیشتر اجزاء پیکھے، آلات جراحی اور کھیلوں کے سامان جیسی ہلکی انجینئرنگ مصنوعات شامل ہیں۔ برقی پیکھوں میں کوالٹی کنٹرول کا مسئلہ سب سے زیادہ دشوار ہے۔ گجرات اور گوجرانوالہ کے پیکھے بنانے والے علاقوں میں فروخت کنندگان کی بھاری اساس ہونے کے باوجود پیکھوں کے تقریباً نصف اشیاء ساز خام مال کے معیار اور دستیابی کی صورت حال سے مطمئن نہیں۔⁵⁵ ایک اہم مسئلہ پروزوں کا غیر معیاری ہونا ہے جس کی وجہ سے ایک پائیدار معیاری پراڈکٹ کو برآمد نہیں کیا جاسکتا۔⁵⁶ اس لیے بلند معیار کے پیکھے تیار کرنے کے لیے بڑی فرمیں برقی فولادی چادروں، تانبے کی قلعی والی تار، بال بیئرنگ، پی وی سی وغیرہ جیسے درآمد شدہ خام مال پر انحصار کرتی ہیں۔ چونکہ ان درآمدی اجزاء کی قیمت کا تعین عالمی طلب و رسد سے کیا جاتا ہے، اس لیے ان اجزاء پر انحصار کرنے والی فرموں کو قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پرانے طرز کی مصنوعات میں الجھا ہونا
پاکستان کی برآمدات کے شعبے کی ایک خاصی اہم ناکامی طلب و رسد میں عدم مطابقت ہے۔ پاکستان کے برآمد کنندگان ایسی مصنوعات میں الجھے ہوئے ہیں جن کی عالمی منڈی میں قدر یکشتم کم ہوتی جا رہی ہے۔ مثلاً، پاکستان کی ٹیکسٹائل صنعت کا غالب حصہ کپاس (70 فیصد) پر مبنی ہے جبکہ عالمی سطح پر سوتی ٹیکسٹائلز کی طلب کم ہوتی جا رہی ہے۔⁵⁷ فی الوقت بلبوسات کے عالمی استعمال کا صرف 33 فیصد سوتی مصنوعات پر مبنی ہے۔⁵⁸ اس کی جگہ بڑی حد تک مصنوعی ریشے نے لے لی ہے جس کا حصہ 60 فیصد تک پہنچ گیا ہے۔

49 سرکاری طور پر "CE" Conformité Européenne کا مخفف ہے جس کا مطلب ہے یورپی مطابقت۔ CE کا نشان اشیاء سازوں کا یہ اعلان ہوتا ہے کہ یہ پراڈکٹ یورپی یونین کی قابل اطلاق ہدایات کی شرائط پر پوری اترتی ہے۔

50 اس وقت پاکستان برقی پیکھے بنگلہ دیش، عراق، یمن، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، افغانستان، بوڈان اور اردن کو برآمد کرتا ہے۔

51 ماخذ: پاکستان کے منتخب برآمدی شعبوں میں توثیق کی شرائط کی جانچ اور تجزیہ، تیار کردہ فیشل پروڈکٹ کی آرگنائزیشن (این پی او) اور یورپی یونین کے فٹ سے تجارت سے متعلق تکنیکی امداد (ٹی آر ٹی اے II) کے پروگرام کی تیار کردہ جس کا نفاذ یو این ڈی او نے آئی ٹی ای او نے آئی ٹی ای او کے اشتراک سے کیا گیا۔

52 ماخذ: وی بی جوفٹ نوٹ 45 کا ہے۔

53 مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا میں خام اور پروسیس شدہ گوشت کے درآمد کنندگان کو دو قسم کی توثیق درکار ہوتی ہے: حلال توثیق اور ایچ ای سی پی۔ یورپ اور برطانیہ کے ممکنہ خریداروں کو ایچ ای سی پی اور سراغ پذیر کی توثیق کے بعد بی آر سی اور ایف ایس ایس سی 22000 درکار ہوتی ہے۔

54 ماخذ: عالمی مالی کارپوریشن، عالمی بینک "چھوٹے درمیانے کے کاروباری اداروں میں اسلامی بینکاری کے مواقع" 2014ء۔

55 منیر، کمال اور خان، عثمان (2011ء)۔ "گجرات اور گوجرانوالہ میں پیکھے کی صنعت: ایس ایم ای کے ایک گلسٹر کا جائزہ"۔ بینک دولت پاکستان کے منصوبے ایس ایم ای گلسٹر سروے کے تحت لمبر (LUMS) کا ایک تحقیقی مطالعہ 2010-11ء۔

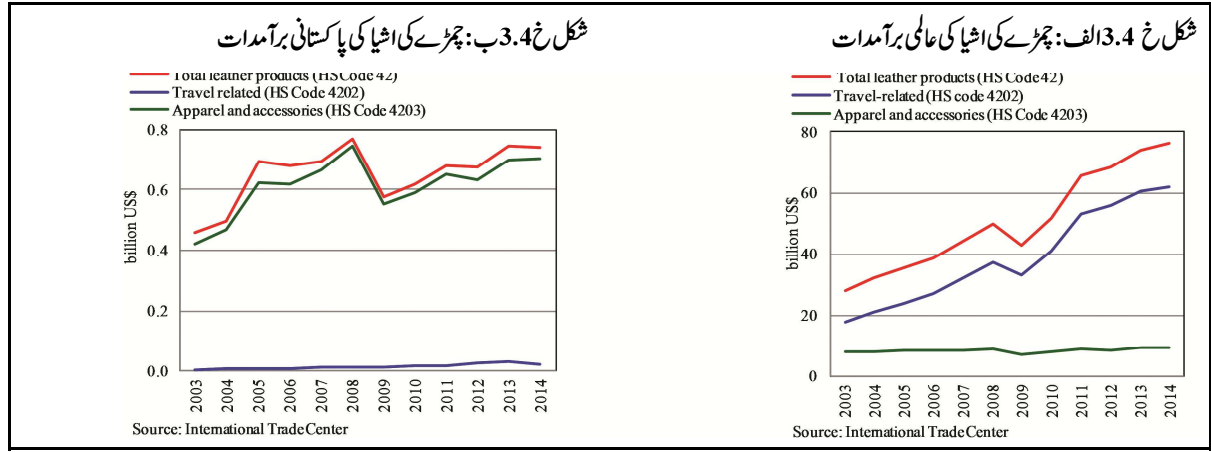
56 گجرات اور گوجرانوالہ کے پیکھے کے گلسٹر میں تقریباً 700 تنصیبی پیدا کنندگان ہیں جو مختلف اجزاء پیدا کرتے ہیں جن میں کاسٹنگ، پیکھے کے گاڑ، اشیاء، راڈ، تانبے کی قلعی شدہ تار، پیکھے کے اجسام، ہش گیز اور شہتیر وغیرہ شامل ہیں۔ عمودی یکجائی کی سطح بے حد بہت ہے کیونکہ پیداواری طریقے تکنیکی لحاظ سے قابل تقسیم ہیں۔ اس لیے ہر پیدا کنندہ پیکھا ابل کرنے والوں کو درکار صرف ایک یا دو اجزاء تیار کرتا ہے۔

57 1960ء کے 60 فیصد اور 1980ء کے 50 فیصد کے مقابلے میں ہے (ماخذ: ایف ای او)۔

58 دیگر ریٹوں میں اوان (2.1 فیصد)، سن (1.0 فیصد) اور غلوی ریشے (3.9 فیصد) شامل ہیں۔

پاکستان میں مصنوعی ریشے کی ٹیکسٹائل کے ترقی نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔ اوّل، ملک میں نجلی سطح کی پیٹروکیمیکل صنعت موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ درآمد شدہ پولی ایسٹر قدرتی ریشوں (پی ایس ایف)، زرتار، مصنوعی دھاگے اور کپڑوں کے محتاج ہو جاتے ہیں۔⁵⁹ دوم، ٹیکسٹائل صنعت میں مصنوعی ریشے کا بہت تحفظ کیا جاتا ہے جو گزشتہ چند برسوں سے اس کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔⁶⁰

مصنوعات میں عدم مطابقت کی ایک اور مثال چمڑے کے سامان کی برآمد ہے۔ ان مصنوعات کی عالمی منڈی میں طلب تیزی سے کم ہو رہی ہے کیونکہ چمڑے کے ملبوسات کی طلب کمزور ہوتی جا رہی ہے اور صارفین چمڑے نما سامان بشمول لیڈیریت اور مصنوعی چمڑے کی طرف راغب ہو رہے ہیں جنہیں مصنوعی ریشے سے تیار کیا جاتا ہے۔⁶¹ تاہم چمڑے کے مجموعی استعمال میں کمی نہیں آئی ہے۔ گارمنٹس کی جگہ اب چمڑے کو زیادہ تر ٹرنک، دستی بیگ، سوٹ کیس، کیمیرے کے غلاف جیسی اشیاء میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شکل خ 3.4 میں دکھایا گیا ہے، گزشتہ دس برسوں کے دوران چمڑے کے تیار ملبوسات کی برآمدات ایک جگہ رک رہی ہیں اور چمڑے کی مجموعی اشیاء کی برآمد میں اس کا حصہ کم ہو کر صرف 12 فیصد رہ گیا ہے۔ پاکستان کے برآمد کنندگان اس رجحان سے غافل معلوم ہوتے ہیں۔ چمڑے کی اشیاء کی مجموعی برآمدات میں اب بھی تیار ملبوسات کا حصہ 93 فیصد ہے جبکہ سفری سامان کی برآمدات بظاہر کوئی وجود نہیں رکھتیں۔⁶²



وسائل کی دستیابی

پاکستان نے برآمدی اشیاء سازی میں استعمال ہونے والے خام مال کی دستیابی کو بڑھانے پر بہت کم توجہ دی ہے۔ جن دو شعبوں کو اس روش سے زیادہ نقصان پہنچا وہ ٹیکسٹائل اور چمڑا ہیں۔ یہ دونوں صنعتیں اپنے اہم خام مال لمبے سوئی ریشے اور کھالوں کی مطلوبہ مقدار میں ناکافی دستیابی اور معیار کے پست ہونے کی شکایت کرتی ہیں۔

چمڑے کی برآمدات کا مسئلہ بنیادی طور پر زندہ جانوروں کی برآمد کے نتیجے میں طلب و رسد کے فرق کا ہے۔ چمڑے کی صنعت کو بھی شکایت ہے کہ ان کی افغانستان اور ایران کو وسیع پیمانے پر اسمگلنگ ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ چمڑے کی صنعت دستیاب مویشیوں سے بہتر استفادہ نہیں کر سکتی کیونکہ ملک میں ذبیحہ کے نامناسب طریقے کھالوں کے معیار کو پست کر دیتے ہیں۔⁶³ کھالیں جمع کرنے اور انہیں محفوظ کرنے کے مراحل میں بھی نقصانات ہوتے ہیں۔ دراصل کئی عوامل ہیں جو ذبح سے پہلے کے مرحلے میں چمڑے کے معیار کو

59 وہ مالک جن کے پاس مقامی پیٹروکیمیکل کی صنعت موجود ہے انہیں قدرتی طور پر دیگر کے مقابلے میں مصنوعی ریشے کی ٹیکسٹائلز پر برتری حاصل ہے۔ مثلاً، چین، ویت نام، انڈونیشیا اور بھارت کا شمار ایک کی منڈی میں انسانی ساختہ ریشے کے 10 فیصد برآمد کنندگان میں ہوتا ہے۔ ان مالک میں چین، بھارت اور انڈونیشیا کا شمار دنیا میں انسانی ساختہ ریشوں کے سب سے بڑے پیدا کنندگان میں ہوتا ہے۔

60 خصوصاً پولی ایسٹر قدرتی ریشے کی درآمد کو سخت حفاظتی حصار میں رکھا گیا ہے اور کوٹہ کے پورے نظام میں اس کے فیڈ کی شرح 25 فیصد رہی ہے جس سے ٹیکسٹائل سازی میں اس کے استعمال کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ خواتین کے ملبوسات اور بچوں کے کپڑوں کے پاکستانی کوٹہ کے بڑے حصے سے استفادہ نہیں کیا جا سکا کیونکہ اس کے لیے مخلوط ریشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آج بھی پاکستان میں پی ایس ایف درآمد کرنے پر 6 فیصد ٹیرف عائد ہے جبکہ ویت نام اور بنگلہ دیش میں اس کی درآمد پر ٹیرف کا اطلاق نہیں ہوتا۔

61 جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، پاکستان مصنوعی ریشوں کی ٹیکسٹائلز کی پیداوار نہیں کرتا۔

62 اگرچہ چمڑے کی تیار ملبوسات کی برآمدات میں پاکستان کے حصے میں اضافہ ہوا ہے لیکن ابھی تک اسے تیزی سے ترقی کرتی سفری سامان کی منڈی میں جگہ بنانا ہے جس کی مالیت 62 ارب ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔

63 درجہ بندی کا نظام ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے اشیاء زرخردہ ڈیلرز کو اپنے زنجیروں کی ساخت پیش کرتے ہیں۔ پاکستان میں چمڑے کے تیار ملبوسات کا بیشتر حصہ پست درجے اور درمیانے درجے کے چمڑے سے تیار ہوتا ہے۔ اگر معیار درجہ بندی سے کم ہو تو اس کا نتیجہ خریدار کی جانب سے مسترد کیے جانے کی صورت میں نکلتا ہے۔

متاثر کرتے ہیں۔ ایک تخمینے کے مطابق تقریباً 20 سے 25 کھالیں ذبح ہونے سے قبل پہنچنے والے نقصانات سے متاثر ہوتی ہیں جیسے کھال پر کاٹنے کے نشان، سرخ دانے، بیماریاں اور خیم وغیرہ۔⁶⁴

اسی طرح ٹیکسٹائل کے شعبے کا بہت زیادہ ارتکاز تیار ملبوسات کی مصنوعات میں ہے جنہیں مقامی کپاس استعمال کر کے پیدا کیا جاسکتا ہے۔⁶⁵ پاکستان قلیل تا طویل مدت قدرتی کپاس پیدا کرتا ہے جو لوکاؤنٹ (کھردری ساخت) کی پیداوار کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اس طرح کا دھاگہ زیادہ تر بستری چادروں، خیموں، ٹاٹ، تولیے اور ترپال وغیرہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پہننے والے اجزاء میں کھردرا دھاگہ زیادہ تر ڈیم، سخت سوئی کپڑا، پلوشرٹ اور اس قسم کی ٹی شرٹیں بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو وال مارٹ جیسے رعایتی اسٹورز پر فروخت کی جاتی ہیں۔ تاہم، بیشتر ملبوسات کے صارفین نرم احساس کے لیے عمدہ دھاگے کو ترجیح دیتے ہیں۔ پاکستان کو تیار ملبوسات کی مصنوعات بنانے کے لیے لمبے ریشہ والی کپاس (اور اچھا دھاگہ) مصر، چین اور امریکہ سے درآمد کرنا پڑتا ہے۔

انسانی وسائل میں سرمایہ کاری کا فقدان

بین الاقوامی برانڈز کو براہ راست سرمایہ کرنے والی بڑی فرموں کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالمی معیارات پر عملدرآمد کے لیے افرادی قوت کے معیار میں سرمایہ کاری کریں۔ تاہم دیگر فرموں کے لیے افرادی قوت میں سرمایہ کاری ایک پرخطر کام ہے کیونکہ افرادی قوت کو برقرار رکھنا غیر یقینی ہوتا ہے اور تربیت پر بھاری لاگت آتی ہے۔ مناسب تربیتی سہولتوں کی عدم موجودگی بھی چھوٹی صنعتوں کے لیے مسائل پیدا کر رہی ہے۔ مثلاً، آلات جراحی کی صنعت اپنی پیداوار کے لیے ہنرمند افرادی قوت حاصل کرنے کی خاطر سرکاری اداروں کی پیشہ ورانہ تربیت پر انحصار کرتی ہے۔⁶⁶ وہ نوجوان محنت کشوں کو اندرونی تربیت فراہم نہیں کر سکتے۔ ایسا کرنا بین الاقوامی لیبر قوانین کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگا کیونکہ پاکستان اس پر دستخط کر چکا ہے۔

ہماری اپنی برانڈز کی تعداد زیادہ نہیں

کیا یہ ہماری بد قسمتی نہیں ہے کہ دنیا بھر میں کروڑوں صارفین پاکستانی مصنوعات کو استعمال کر رہے ہیں اور انہیں اس کا ادراک بھی نہیں ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ پاکستانی فرمیں مستحکم عالمی برانڈز کو سرمایہ کاری میں اور صارفین صرف لیبل کو دیکھتے ہیں پراڈکٹ کا ماخذ نہیں۔ یہ کاروباری حکمت عملی سرمایہ کرنے والی فرموں کو ایک نقصان دہ مقام پر لاکھڑا کرتی ہے کیونکہ صارفین برانڈز کے وفادار رہتے ہیں اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کہاں سے آرہی ہیں۔ اس لیے اگر فروخت کار اور برانڈز کے درمیان وہ مفاد کا کوئی تنازع پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں خمیا زہ رسد کنندہ کو جھگڑنا پڑتا ہے۔ مثلاً، والٹ ڈزنی کمپنی نے پاکستان کی مصنوعات کو بلیک لسٹ کر دیا تھا۔ وہ فروخت کار جو قبل ازیں کمپنی کو مال فراہم کر رہے تھے وہ ان کی مصنوعات آزادانہ طور پر فروخت نہیں کر سکے لیکن صارفین نے والٹ ڈزنی مصنوعات کی خریداری جاری رکھی کیونکہ وہ دیگر ممالک سے منگوائی گئی تھیں۔⁶⁷ اسی طرح جب نائیک، جے سی پی، ٹارگٹ، سبیر وغیرہ جیسے ملبوسات اور گھریلو سامان کے اسٹورز نے بڑی ملبوساتی فرموں پر زور دیا کہ وہ رسد کنندہ کا خطرہ کم کرنے کے لیے اپنے یونٹس پاکستان سے باہر نصب کریں تو مقامی فرموں کے پاس اس پر عملدرآمد کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ پاکستان کے کئی ملبوساتی اشیاء سازوں کو پاکستان سے باہر اپنی پیداواری گنجائش میں اضافہ کرنا پڑا، خصوصاً بنگلہ دیش میں۔

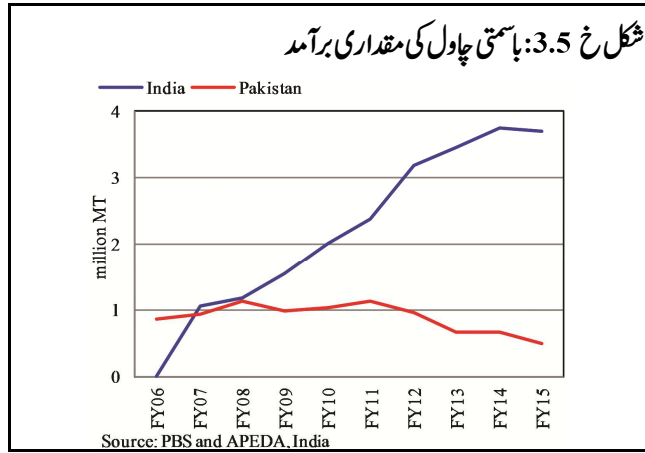
عام طور پر فرمیں برانڈز میں سرمایہ کاری نہیں کرتیں کیونکہ اس پر بلند خرده لاگت آتی ہے جس میں تقسیم کاری، ورک اور کمیشن، ملٹوی کرنے کے چارجز اور بیرون ملک ہائیجمر مارکیٹس میں برانڈ کی رجسٹریشن اور فہرست کاری شامل ہیں۔ انہیں جس حقیقت کا ادراک نہیں ہے وہ یہ ہے کہ برانڈنگ میں سرمایہ کاری نہ کرنے کی لاگت بھی بھاری ہوتی

64 ماخذ: ”چمڑے کے شے کا تجزیہ“، تیار کردہ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ٹریڈ اینڈ ڈویلپمنٹ (پی آئی ٹی اے ڈی)، ستمبر 2012ء۔

65 چونکہ تیار ملبوسات کی فرمز پاکستان میں ایسی ہی مصنوعات (مصنوعاتی تنوع کا فقدان) تیار کرتی ہیں اس لیے وہ درآمدی آرڈر لینے کے لیے ایک دوسرے سے کم قیمت پر فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

66 سیالکوٹ میں دیگر صنعتوں کی طرح آلات جراحی کی صنعت بھی انتہائی جاذب محنت ہے۔ روایتی طور پر یہ صنعت تربیتی نظام (جو استاد شاگرد کے نام سے جانا جاتا ہے) پر کام کرتی ہے جس کے مطابق نوجوان مزدوروں کو آلات جراحی کی پیداوار کے لیے درکار ہنرمندی سکھنے کے لیے 5 تا 7 برسوں تک اشیاء سازی کے ایک یونٹ میں کام کرنا پڑتا ہے۔ تاہم، ملک سے بتدریج ہجرت دوری کے خاتمے کے باعث یہ نظام منہدم ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں تربیت یافتہ اور ہنرمند افرادی قوت کی شدید قلت پیدا ہو گئی ہے۔ پہلے یہ منصوبہ بندی کی گئی تھی کہ اشیاء سازی کی کائی میں پرخطر کام کرنے کے بجائے بچوں کو سیالکوٹ سرجیکل ٹرینگ انسٹی ٹیوٹ جیسے سرکاری اداروں میں تربیت دی جائے گی تاکہ ہنرمند افرادی قوت کی فراہمی کا سلسلہ جاری رہے۔ تاہم، ان اداروں میں سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا۔

67 والٹ ڈزنی نے یکم اپریل 2014ء کو پاکستان کو اپنے منظور شدہ ممالک کی فہرست سے نظم و نسق کے خراب معیارات کی وجہ سے کال دیا تھا۔ ڈزنی برانڈ کی مصنوعات دنیا بھر میں پھیلی ہوئی اشیاء سازی کی کئی تصنیبات میں ہزاروں آزاد اشیاء سازوں کی جانب سے تیار کی جاتی ہیں جن میں بنگلہ دیش، بھارت اور چین شامل ہیں۔



ہے۔ جیسے بامستی چاول میں نجی شعبہ اپنے حریفوں (بھارتی) کی برانڈنگ اور بازارکاری کی تکنیکوں کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر پاکستان کے بامستی برآمد کنندگان کی کاروباری حکمت عملی یہ ہے کہ برانڈ کے بغیر چاول کی بھاری مقدار فراہم کی جائے۔ منقولی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بعض معاملات میں درآمد کرنے والے مالک نے آگے فروخت کرنے کے لیے پاکستان کے چاول کی دوبارہ پیکنگ کی، اس پر لیبل چسپاں کیے اور کئی مواقع پر پاکستانی برآمد کنندگان نے خود درآمد کنندہ کے برانڈ کے نام سے پیکنگ کی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک مضبوط تقسیمی اور بازارکاری نیٹ ورک کی بدولت مستحکم بھارتی برانڈز صرف دس برسوں میں اپنی برآمدات میں چار گنا اضافہ کرنے میں کامیاب رہے اور انہوں نے بڑے مارجن سے پاکستانی حریفوں کو پیچھے چھوڑ دیا (شکل 3.5)۔

ٹیکس مشینری کے مسائل

پاکستان کے برآمد کنندگان کی جانب سے رقوم کی واپسی اور ڈیوٹی ڈرائیکس کے ملنے میں تاخیر کے مسئلے کو بار بار اجاگر کیا جاتا رہا ہے۔ برآمدی شعبوں کو سہولت دینے کے لیے برآمد کنندگان کو کسٹم ڈیوٹی، سیلز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ کی واپسی کے ذریعے برآمد کنندگان کے دعووں کے مطابق برآمدی ری بیٹ دیا جاتا ہے جسے برآمد کنندگان درآمدی خام مال کی ادائیگی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ٹیکسٹائل، چمڑا، قالین، کھیلوں کا سامان اور آلات جراحی کی صنعتیں اس سہولت کے اہم استفادہ کنندگان میں شامل ہیں۔ تاہم، رقوم کی واپسی کا عمل تکلیف دہ حد تک سست ہے جس کا نتیجہ محصولاتی حکام کے پاس بھاری رقوم کے پھنس جانے کی صورت میں نکلتا ہے۔ صنعت کے دعوے کے مطابق اس وقت 200 ارب روپے سے زائد رقوم پھنسی ہوئی ہیں جو برآمدی فرموں کے نقد رقوم کے بہاؤ پر منفی اثر ڈالتی ہیں۔

برآمدات بڑھانے کا نقشہ راہ

گذشتہ چند برسوں کے دوران برآمدات کی نمو میں رکاوٹ بننے والے دو اہم ترین خدشات توانائی کی قلت اور سلامتی کی صورت حال کے حوالے سے ملک کا تصور ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ان دونوں اظہاریوں میں بہتری کی علامات نظر آنا شروع ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ باب 7 میں بیان کیا گیا ہے، عسکریت پسندوں کے خلاف جاری ملک گیر آپریشن کے مطلوبہ نتائج حاصل ہوئے ہیں اور بیرون ملک بھی ملک کی ساکھ میں بہتری آنا شروع ہو گئی ہے۔ توانائی کے محاذ پر بجلی کی پیداوار اور ترسیل کی صلاحیت بڑھانے کے لیے نئی سرمایہ کاریوں کی توقع ہے جبکہ حکومت نے مالی سال 15ء کے دوران صنعتی شعبے کو بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس سے قطع نظر، ملک میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے توانائی کی قابل بھروسہ بلا تعطل فراہمی بے حد ضروری ہے۔

اگرچہ توانائی سے متعلق اصلاحات کی جاری ہیں لیکن اب دیگر ساختی مسائل پر پیش رفت کا وقت آ گیا ہے جو برآمدات کی نمو میں رکاوٹ بنی رہی ہیں۔ اس کے لیے ایک مضبوط عزم، ایک جامع حکمت عملی اور حکومت کی ضروری عملی اور مالی اعانت درکار ہوگی۔ مسائل کا کوئی فوری اور آسان حل نہیں ہے۔ بنیادی سوچ یہی ہے کہ معیشت کو درست راہ پر گامزن کیا جائے، رکاوٹیں دور کی جائیں، پروسیس میں سہولت دی جائے، مہارت بڑھائی جائے اور معیشت کو جدید ٹیکنالوجی سے لیس کیا جائے۔

آزاد پالیسیوں کی سمت پیش رفت

یہ بات بالکل واضح ہے کہ سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے بغیر پاکستان کی پیداوار اور برآمدات کی ساخت میں بہتری لانا ممکن نہیں۔ صنعتی پالیسی کی شکل میں ایک شفاف اور با مقصد نظام درکار ہے جس سے کامیاب ایشیائی معیشتوں کے خطوط پر پاکستان میں ساختی تبدیلی لانے میں مدد ملے گی۔ صنعتی پالیسی میں برآمدات کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے

کیونکہ اس سے پالیسی سازوں کی جانب سے کاروباری اداروں کو اقدامات کا ایک واضح تناظر میسر آئے گا۔ شعبہ جاتی ترغیبات پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے جنوب مشرقی ایشیا کے این آئی ایز کی طرح برآمد کنندگان کو ایک وسیع تر ادارہ جاتی امانت، برآمدات کے لیے ڈیوٹی فری خام مال کی فراہمی، سرکاری و نجی شعبوں کے درمیان دور رس اشتراک، مخصوص شعبوں میں تعلیم و تربیت کے ذریعے استعداد کاری، بیرونی ٹیکنالوجی کی منتقلی یقینی بنانے کے سمجھوتے اور ٹیکنالوجی بہتر بنانے کے لیے چھوٹی فرموں کو برآمدی قرضے فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

ملکی تحقیق کو قانونی تحفظ فراہم کریں
کسی بھی صنعت میں نموبڑھانے کا اہم ترین پہلو انٹلیکچوئل پراپرٹی کے حقوق کو قانونی تحفظ فراہم کرنا ہے کیونکہ نئی اقسام کی تیاری اور ان کی بازار کاری پر ایشیا سازوں کو بھاری لاگت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ہنگامی بنیادوں پر ملک کی بیجوں کی صنعت کو ترقی دینے کے لیے جلد ضروری قانونی فریم ورک مکمل کرے تاکہ زرعی فصلوں کی یافت میں اضافہ کیا جاسکے۔⁶⁸ ٹیکسٹائل، چاول، پھلوں، سبزیوں اور ایسی متعلقہ مصنوعات سے فائدہ پہنچے گا۔ اسی طرح، انٹلیکچوئل پراپرٹی کے موجودہ حقوق کی خلاف ورزی پر قابو پانا بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ ادویات کی برآمدات کی نموبڑھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

ضوابطی الجھنوں کو سلسلہ جات میں
حکومت کو چاہیے کہ وہ ضوابطی طریقہ کار کو مزید آسان بنائے تاکہ برآمد کرنے والی فرموں کے لین دین کے وقت کو کم کیا جاسکے اور سرگرمیوں میں بہتری لائی جاسکے۔ خصوصاً، حکومت کو بازار ادائیگی رڈرائیکس کی واپسی کا عمل تیز کرنا چاہیے تاکہ برآمدی فرموں کے نقد کے بہاؤ میں بہتری آسکے۔ اسی طرح ہماری تجویز ہے کہ ایک ایسا طریقہ کار وضع کریں جو مستقبل میں خود بخود دان و عو کا تصفیہ کر سکے۔ بعض ممالک میں ایسے کئی طریقوں پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے جن سے یا تو پروسیس کو تیز کیا گیا ہے یا پھر تاخیر کی صورت میں برآمد کنندگان کی تلافی کی جاتی ہے۔⁶⁹

عملدرآمد کے جائزے کے انفراسٹرکچر کا قیام
پاکستان کو چاہیے کہ وہ مسابقتی اور عالمی طور پر تسلیم شدہ لیبارٹری ٹیسٹنگ، توثیق و منظوری کی خدمات کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی طور پر قابل شناخت پیمانہ کی خدمات سمیت اعانتی سہولتیں فراہم کرے۔ معیارات پر عملدرآمد میں ایک بڑی رکاوٹ لاگت ہے اور چھوٹی فرموں کو بھی ایک قابل اعتماد مقامی ٹیسٹنگ سہولت سے زیادہ استفادہ کرنا چاہیے۔

غیر رسمی صنعتوں پر باتھ ڈالیں
اگرچہ چند شعبوں کو رسمی حیثیت دے دی جائے تو اس سے پاکستان زیادہ قابل برآمد فاضل پیدا کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ ڈیری ایسی ہی ایک شعبہ ہے۔ پاکستان ڈیری کے شعبے کو رسمی حیثیت دینے کے لیے بھارت اور ترکی کی طرز پر انجمن امداد باہمی کی تحریک شروع کر سکتا ہے جو کسی حد تک گلہ بانی کے شعبے کو منظم اور باقاعدہ بنانے کا واحد حل ہے۔⁷⁰ امداد باہمی کی ان تنظیموں کو یونین کونسل یا ڈویژنل سطح پر قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس طرح گلہ بانی خدمات، ٹیکنالوجی اور مالی امداد کی موثر فراہمی کے ذریعے چھوٹے کاشت کاروں کے بنیادی مسائل حل کرنے میں مدد ملے گی۔⁷¹

68 بھارت نے 2001ء میں پی ٹی آر ایکٹ، انڈونیشیا نے 2000ء میں پودے کی قسم کے تحفظ کا قانون، تھائی لینڈ نے 1999ء، فلپائن نے 2002ء اور ملائیشیا نے 2004ء میں نافذ کیا تھا۔

69 مثلاً، سنگاپور اور برطانیہ میں برآمد کنندگان کو بازار ادائیگی میں تاخیر (مقررہ میعاد کے بعد) پر سود ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، کینیڈا اور بنگلہ دیش جیسے کچھ ممالک میں ٹیکس حکام کو ٹیکس دہندہ پر واجب الادا دیکریٹس و اجبات سے باز ادائیگیوں کی تلافی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے (ماخذ: بھیرس، گراہم اور کرلیو، رسل (2005ء)۔ وی اے ٹی کی باز ادائیگیاں: ملکی تجربے کا جائزہ، آئی ایم ایف ورکنگ پیپر نمبر 05/ WP/218 نومبر 2005ء)۔

70 بھارت میں آپریشن فلڈ (یا سفید انقلاب) 1970ء میں شروع ہوا تھا جس کے تحت دودھ کے پیدا کنندگان اور صارفین کے درمیان ملک گیر سطح کا ایک قومی گرڈ قائم کیا گیا۔ اس کی بنیاد میں گاؤں کی سطح پر دودھ پیدا کرنے والی انجمن امداد باہمی کی تنظیمیں تھیں جو دودھ خریدتی تھیں اور خام مال و خدمات مہیا کرتی تھیں اور اپنے اراکین کے لیے جدید انتظام و ٹیکنالوجی کی دستیابی یقینی بناتی تھیں۔

71 سائنسی انداز میں چارے کی فراہمی، افزائش نسل اور بازار کاری کے ذریعے دودھ کی پیداوار میں خاص اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ سرمایہ کار اس جز میں داخلے سے گریزاں ہیں لیکن فارمنگ کے جدید طریقوں اور بازار کاری کے ذرائع کے متعلق معلومات، جن سے ان کی پیداوار کی فروخت کو یقینی بنانے اور اپنے روپے کی اچھی قدر کے حصول میں مدد ملتی ہے، کا فقدان انہیں فوری فیصلہ کرنے سے روکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کاشت کاروں کو چارہ دینے اور افزائش نسل کے جدید طریقوں سے آگاہی کے لیے تربیت مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ دودھ جمع کرنے کے لیے نقل و حمل کے مناسب ذرائع کی فراہمی اور کول چین نظام سے مال برداری کی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ وہ فوری طور پر برآمدات کے لیے دستیاب ہو سکے۔

برآمد کنندگان سے درآمدی خام مال پر چارج نہ کریں
ایسا کرنے کا ایک طریقہ اہم خام مال کی درآمد پر ٹیرف ریگولیٹری ڈیوٹی کو ہٹانا ہے تاکہ پیداواری لاگت میں کمی جاسکے۔ فی الوقت کئی ترقی پذیر ممالک اپنے برآمد کنندگان کو ڈیوٹی فری خام مال فراہم کر رہے ہیں تاکہ عالمی منڈی میں انہیں زیادہ مسابقت کا حامل بنایا جاسکے۔

چھوٹے و درمیانے درجے کے کاروباری اداروں (ایس ایم ایز) کو مالی و ٹیکنالوجی اعانت مہیا کریں
ایک مرکب پالیسی مداخلت کے بغیر چھوٹے و درمیانے درجے کے کاروباری اداروں (ایس ایم ایز) کی ترقی ممکن نہیں۔ حکومت کو ملک میں ایس ایم ایز کے برآمدی امکانات میں بہتری لانے کے لیے ایک اہم کردار ادا کرنا ہوگا، خصوصاً، وہ ایس ایم ایز جو سیالکوٹ، وزیر آباد اور گجرات کے صنعتی علاقوں میں قائم ہیں۔⁷² ہم تائیوان کی کامیاب مثال پر عمل کر سکتے ہیں۔ اسٹیل اینڈ میڈیم انٹرپرائز ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ایس ایم ای ڈی اے) کی تشکیل نو کرنی چاہیے اور عملی انتظامی مہارتوں، مالی اعانت، اختراع اور سب سے اہم ٹیکنالوجی کی تازہ کاری کے فروغ پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

پیداواریت بڑھانے کے لیے استعداد کاری
حکومت کو مقامی آجریں کے ساتھ ساتھ افرادی قوت کی استعداد بڑھانے کے لیے نجی شعبے کے ساتھ مل کر مربوط اقدامات کرنے چاہئیں۔ حکومت کو تکنیکی تعلیم اور وکیشنل تربیت کی اتھارٹی (ٹی ای وی ٹی اے) جیسے اداروں کی استعداد کاری کو تقویت دینی چاہیے اور صنعت اور یونیورسٹیوں کے درمیان اشتراک کو گہرا کرنا چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت بزنس مینجمنٹ اور برآمدی طریقوں وغیرہ کے متعلق آجریں کی منظم تربیت کے مواقع پیدا کرنے میں مدد دے اور ایسی تربیت برآمدی کلسٹر زوالے علاقوں میں دی جائے، قومی ادارہ برائے پیداواریت، انجینئرنگ ڈویلپمنٹ بورڈ، ٹریڈ ڈویلپمنٹ اتھارٹی آف پاکستان اور سید ایسے کورسز کرانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

یہ وہ مسائل ہیں جنہیں صنعت یا منڈی خود حل نہیں کر سکتی اور ان میں پیش رفت کے لیے حکومتی کردار کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ تاہم، زراعت جیسی ترغیبات کے لیے رقوم مختص کرنے کے بجائے حکومت کو اس شعبے کی مبادیات کو درست کرنا ہے، ملک میں ضروری قانون سازی کے نفاذ کے ساتھ حکومت کو چاہیے کہ وہ معیار کی سخت مضابطہ کاری پر عمل پیرا ہو، حقیقی اداروں کو تقویت دے، استعداد کاری، ٹیکنالوجی کی تازہ کاری، مصنوعی ریشے کو متنوع بنانے اور ٹیرف کی درستی جیسے اقدامات کرے۔

اس کے ساتھ صنعت کو بھی چاہیے کہ وہ مسابقت کی حامل عالمی منڈی میں درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے خود کو تیار کرے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اپنے کاروباری اداروں کی وسعت اور وژن کو توسیع دیں۔ محض مارجن کا حصول ہی کافی نہیں بلکہ مقامی فرموں کو چاہیے کہ وہ ملک میں ٹیکنالوجی کی تبدیلی کا ماخذ بنیں اور مہارت کی ترقی، اختراع، پیداوار کے آمیزے اور منڈی کو متنوع بنانے میں سرمایہ کاری کریں۔ حکومت ممکنہ طور پر جزا و سزا کے نظام کو ادارہ جاتی بنانے میں ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے جس سے فرموں کی حوصلہ افزائی ہوگی کہ وہ اپنے سرمایہ کاری کے فیصلوں میں طویل مدت طرز فکر اختیار کریں اور آجریہ، تخلیق اور اختراع کی اصل روح کو فروغ دے سکیں۔⁷³ مختصر یہ کہ عالمی منڈی میں مسابقت کا حامل بننے کے لیے پالیسی میں مبادیاتی تبدیلی ضروری ہے۔ ڈیوٹی فری خام مال جیسی لاگت میں کمی کی ترغیبات اہمیت کی حامل ہیں لیکن، پیداواریت اور پراڈکٹ کے مجموعی معیار میں بہتری سے پاکستانی برآمدات کی مسابقت کو بڑھانا ممکن ہوگا۔

⁷² تائیوان میں 95 فیصد سے زائد فرمیں ایس ایم ایز ہیں۔ تائیوان کی معیشت کی کامیابی کا اہم سبب اس کی موثر پالیسیاں، پروگرام اور حکومت کی جانب سے فنڈز کی دستیابی ہے جس سے اس شعبے کو ترقی دینے میں مدد ملی۔ اگرچہ قرضہ ضمانت اسکیم اور ایس ایم ای ڈویلپمنٹ فنڈز پروگرام نے پورے تائیوان میں ایس ایم ایز کی ترقی میں خاصا اہم کردار ادا کیا تھا تاہم حکومت کے دس نکاتی رہنمائی کے نظام نے انہیں برآمدی نوعیت کا بنانے اور ان کی کامیابی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان میں قرضہ مینجمنٹ، ٹیکنالوجی تحقیق و ترقی، معلومات کا انتظام، بازار کاری، صنعتی تحفظ، معیارات کا نفاذ، آلودگی پر قابو پانا اور دستی اعانت شامل ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے مشرقی ایشیا کی قومی معیشتوں میں ایس ایم ایز کا کردار۔ مدون چارلس ہاروی، یون جی لی، ایڈورڈ ویلنگر پبلشنگ انس 2002ء۔

⁷³ عرفان الحق (2013ء)۔ مسابقت کے حامل پاکستان کی سمت قدم۔ صنعتی پالیسی کا کردار۔ لاہور جرنل آف اکنامکس، جلد 19، ایس ای، ستمبر 2014ء۔